

گو میں رہا رہیں ستم ہائے روزگار
ہی باقی نہ رہی، جس پر مجھے
فخر و ناز تھا۔

لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
۲۔ لغات۔ شمع کشتہ:
دل سے ہوائے کشت و فامٹ گئی کہ واں
مجھی ہوئی شمع۔

حاصل سوائے حسرت حاصل نہیں رہا
در خور: قابل، لائق، شایاں
بیدار عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد

جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
شرح:۔ میں زندگی کی
حسرت کا داغ ساتھ لیے جا

دیکھی۔ میری کوئی آرزو پوری نہ ہوئی، بہر قدم پر نامرادی سے سابقہ پڑا، ہر تمنا
رہا ہوں۔ یعنی میں نے زندگی
میں کوئی راحت و آسائش نہ
خون ہو کر بہتی رہی۔ ایسی زندگی کو حسرت زندگی کے داغ کے سوا کیا کہا جاسکتا
ہے اور اس سے بہتر تعبیر ہو بھی کیا سکتی ہے؟ میری حالت اس شمع کی سی ہے
جو گل ہو چکی ہو اور روشنی سے بالکل محروم ہو جائے۔ ایسی شمع کو کبھی بزم میں
رکھے جانے کے لائق نہیں سمجھا جاتا اور بجھتے ہی معاً اسے اٹھا دیا جاتا ہے۔

داغ حسرت ہستی کو بجھی ہوئی شمع سے تعبیر کرنا سخنوری کا ایسا کمال ہے جو بیان سے
کہیں زیادہ عذو و فکر کا محتاج ہے۔ دیکھیے یہ ہے غالب کی حقیقی شاعری کے چند
الفاظ ہیں، اور ایک عام تشبیہ، لیکن شعر میں اتنا سوز اور درد بھردیا ہے کہ تفصیل
صبح سے شام تک کرتے جاتیے، مگر اس کے معارف و محاسن ختم نہیں ہو سکتے۔

۳۔ شرح:۔ اے دل! اب مرنے کا کوئی اور ہی طریقہ اختیار کرنا
چاہیے، کیونکہ میری حالت اب ایسی نہیں رہی کہ محبوب کے دست و بازو کی
تیغ آزمائی کے قابل سمجھا جاؤں۔

شعر میں خوبی کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ عاشق خود اپنے آپ سے یہ سب
کچھ کہہ رہا ہے۔ یعنی اسے محبوب کے دست و بازو کے کمالات اور یگانگی کا بھی